۶ / ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ مطابق ۹ / جولائی ۲۰۰۰ء، بروز اتوار

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو مشورہ

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ تھیں۔ ان کی شادی حضرت مغیث رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی۔ وہ ایک باندی تھیں ان کے آقا نے انہیں آزاد کر دیا تو حضرت بریرہ نے کہا کہ اب میں آزاد ہو چکی ہوں، میں حضرت مغیث رضی اللہ عنہٗ کو چھوڑتی ہوں کیونکہ مجھ کو ان سے مناسبت نہیں ہے اور آزادی کے بعد خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم حق دیتے ہیں کہ اس کو چھوڑ دیں، لہٰذا میں اپنا حق استعمال کرتی ہوں۔ حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کے اتنے آنسو بہے کہ ڈاڑھی بھیگ گئی اور مدینہ شریف کی گلیوں میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی یاد میں رویا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ سے ارشاد فرمایا کہ مغیث تمہاری وجہ سے بہت غمگین ہے تم اس کو نہ چھوڑو اس پر رحم کرو۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کا مشورہ ہے یا حکم ہے؟ فرمایا کہ یہ مشورہ ہے، میرا حکم نہیں ہے۔ مشورہ اُمت کے لیے واجب العمل نہیں ہے۔ اللہ نے تم کو اجازت دی ہے کہ تم چاہو تو اپنے شوہر کو باقی رکھو یا چھوڑ دو۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ کے باوجود حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے نکاح کو فسخ کیا، آزادی لی اور جان چھڑالی۔ بظاہر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کی لیکن درحقیقت خلاف ورزی نہیں کی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمادیا کہ یہ مشورہ ہے جو واجب العمل نہیں، لہٰذا اس

حدیث کو سامنے رکھنا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مشورہ تھا کہ حضرت مغیث پر رحم کرو جو مدینہ کی گلیوں میں روتے پھر رہے ہیں، لیکن انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر آپ کا حکم ہو تو جان دے دوں گی اور آپ کا حکم بجالاؤں گی، لیکن یہ مشورہ ہے جس پر عمل کرنا واجب نہیں۔ اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ مشورہ واجب العمل نہیں ہوتا۔

امیر المؤمنین کا مشورہ کرنے کی سنت پر عمل کر کے اپنی صوابدید پر عمل کرنا

یہ بڑے بوڑھوں کے کان کھڑے کرنے والے مضامین ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ مشورہ پر عمل کرنا واجب ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں بزرگ کو مشورہ دیا لیکن ان میں مشورہ پر عمل کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے، مشورہ پر عمل نہیں کرتے، لہٰذا میں ان کی صحبت میں نہیں جاتا۔ حالانکہ مشورہ پر عمل واجب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَشَاوِرۡهُمۡ فِي الۡاَمۡرِ فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ﴾

(سورۂ آل عمران، آیت:۱۵۹)

اے نبی! آپ صحابہ سے مشورہ کرلیں مگر جب عزم کرلیا تو اللہ پر بھروسہ کیجیے۔ یعنی توکلاً علی اللہ اپنے عزم پر عمل کریں خواہ مشورہ کے خلاف ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ مانگا۔ صحابہ رضی

اللہ عنہم نے کہا کہ اس وقت جہاد کا موقع نہیں ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو چکا ہے اور نبی کے انتقال سے ہمارے دل پاش پاش ہیں، اس وقت ہم جہاد کے اہل نہیں ہیں۔ اگر آپ کو مدینہ شریف کی عورتوں کو بیوہ کر کے اُن کو خطرے میں ڈالنا ہو تو آپ جہاد کریں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں امیر المؤمنین ہوں، میں تنہا اللہ کے راستے میں جنگ لڑنے کا مکلف ہوں۔ امیر المؤمنین پر فرض ہے کہ اللہ کے حکم کی تعمیل میں مشورہ کرنے کی سنت پر عمل تو کرے لیکن فَاِذَا عَزَمْتَ الخ جب عزم کر لے تو اللہ کے بھروسہ پر اپنی صوابدید پر عمل کرے اور کسی کے مشورہ کی پرواہ نہ کرے، لہٰذا میں اکیلے جہاد کروں گا اور جان دے دوں گا۔ صدیق کی جان اور نبی کی جان ایک ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس عزم مصمم کے بعد تمام صحابہ کو شرح صدر ہو گیا اور سب نے عرض کیا کہ ہم آپ کے ساتھ مل کر جہاد لڑیں گے۔

شہادت کے درجے سے صدیقیت کا درجہ افضل ہے

جنگِ اُحد میں جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ کے دندان مبارک سے خون بہتا ہوا دیکھا تو بے چین ہو گئے اور کافروں طرف جھپٹے اور اپنی جان دینا چاہتے تھے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جان نہیں دینے دی اور فرمایا اے صدیق! شِمْ سَیْفَكَ لَا تَفْجَعْنَا بِنَفْسِكَ اپنی تلوار کو میان میں رکھ لے اور اپنی جان کو ہلاک کر کے مجھ کو اپنی جدائی کا غم نہ دے۔ یہ صدیق کی شان ہے کہ نبی صدیق کی زندگی کا مشتاق ہوتا ہے کیونکہ

صدیق کار نبوت کو انجام دیتا ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کو حق حاصل ہے کہ وہ جس کو چاہے جہاد کرنے کا حکم دے اور جس کو چاہے نہ دے۔ صدیق آئینۂ نبوت ہوتا ہے اور صدیق کے معنی ہیں کہ جو نبی کے کام کو انجام دے۔ لہٰذا شہادت کے درجے سے صدیقیت کا درجہ افضل ہے جیسا کہ آیت پاک کی ترتیب بتارہی ہے:

﴿مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ﴾

(سورۃ النسآء، آیت:۶۹)

صدیقیت کے بعد شہداء کا درجہ ہے، صدیق کی زندگی شہید کی زندگی سے افضل ہے کیونکہ صدیق زندہ رہ کر نبوت کے کام کو انجام دیتا ہے۔ اپنے شیخ کو بھی صدیق سمجھنا چاہیے کہ ان کی زندگی موت سے بہتر ہے۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ زندگی بچا کر زندہ رہے اور مرے بھی تو بھی زندہ رہے یعنی شہید کا درجہ بھی ملا۔

مشورہ دینے والوں کے بجائے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیجیے

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾

(سورۂ اٰل عمران، آیت:۱۵۹)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ جمہوریت باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے نبی آپ صحابہ سے مشورہ کریں لیکن جب آپ عزم کرلیں تب آپ اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ پھر آپ مشورہ دینے والوں پر بھروسہ نہ کریں، آپ خدا پر بھروسہ کیجیے اس سے معلوم ہوا کہ امیر المؤمنین کے لیے مشیروں کے مشورہ پر عمل کرنا واجب نہیں، جب وہ عزم کرلے تو اللہ کے بھروسہ پر اپنے عزم پر عمل کرے، خواہ مشیروں کے مشوروں کے خلاف ہو، کیونکہ بعض ایسے نادان لوگ

ہوں گے کہ ان کے مشورہ پر اگر فتح ہوئی تو عجب میں مبتلا ہوں گے کہ ہمارے مشورہ کی وجہ سے فتح ہوئی اور اگر شکست ہوئی تو مذاق اُڑائیں گے کہ ہمارے مشورے پر عمل نہیں کیا اس لیے شکست ہوئی، حالانکہ کے فتح و شکست اللہ کی طرف سے ہے اور امیر المؤمنین جو فیصلہ کرے وہ اللہ کے یہاں حق پر ہے۔ ورنہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اکیلے جہاد کے لیے نہ نکلتے جبکہ پوری قوم ساتھ نہیں تھی اور سب لوگ جہاد کے لیے منع کر رہے تھے، اس وقت آپ نے فرمایا کہ غار ثور میں جب یہ آیت نازل ہوئی لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا تو اس وقت اے صحابہ! تم میں سے کوئی وہاں نہیں تھا، صرف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھا، لہٰذا میرے ساتھ خدا ہے، میں تنہا لڑ کر جان دے دوں گا، جب اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کی نصِ قطعی سے اللہ میرے ساتھ ہے تو مجھے کسی کی پرواہ نہیں، سارے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اے صدیق اکبر! رضی اللہ عنہ، ہم پر حق واضح ہو گیا اور حق کو ہم نے تسلیم کرلیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان یہ ہے کہ جب حق واضح ہو گیا تو اپنی رائے کو فنا کر دیا اور حضرت صدیق اکبر کے ساتھ ہو گئے کہ جب امیر المؤمنین اللہ کے راستے میں مشورہ نہ لے تو سمجھ لو کہ وہ بات اللہ کی طرف سے ہے، ایسے وقت میں امیر المؤمنین کا حکم خدا کا حکم ہے، اس کے خلاف کرنا اللہ کی نافرمانی ہو گی، لہٰذا ہم سب آپ کے ساتھ ہیں اور جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تنہا تلوار لے کر نکلے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا کہ اے صدیق ٹھہریئے! ہم بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ سب نے کہا کہ ہم تنہا امیر المؤمنین کو نہیں چھوڑ سکتے، ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہیں۔

واقعی جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آیت لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا پڑھی تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو محسوس ہوا کہ گویا وہ آیت ابھی اُتری ہے، اللہ تعالیٰ نے یہاں مَعَنَا جمع کا صیغہ نازل فرمایا کیو نکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق سے فرمایا تھا کہ گھبراؤمت اللہ ہمارے ساتھ ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جمع کا صیغہ استعمال نہیں فرمایا تھا بلکہ فرمایا تھا کہ:

﴿اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ﴾

(سورۃ الشعرآء، آیت:٦٢)

میرا پروردگار میرے ساتھ ہے اور یہی آیت نازل ہوئی کیو نکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نافرمان تھی اس لیے وہاں جمع کا صیغہ نازل نہیں ہوا۔ یہودی ایسے بے وفا اور نافرمان تھے کہ جہاد کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

﴿فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ﴾

(سورۃ المائدۃ، آیت:٢٤)

آپ اور آپ کے اللہ میاں چلے جایئے اور دونوں لڑ بھڑ لیجئے ہم تو یہاں سے سرکتے نہیں۔ (بیان القرآن)

اور صحابہ کیسے جان نثار تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ پر ہر وقت جان دینے کو تیار رہتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاد کا عزم فرمایا تو صحابہ نے فوراً اپنی رائے اور مشورہ سے رجوع کر لیا اور دل و جان سے امیر المؤمنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جہاد میں شریک ہو گئے۔

سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے ایک مخلص کے مشورہ کا جواب

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے عشا کی نماز پڑھی اور جہاد کا کام سر گرم ہوا۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور سکھوں کی طرف سے ایک مسلمان کا خط آیا ہے اور وہ بہت مخلص معلوم ہوتا ہے، اس نے لکھا ہے کہ میں سید صاحب کو اخلاص کے ساتھ آگاہ کرتا ہوں کہ سکھوں کی بہت بڑی فوج حملہ کے لیے آرہی ہے، آپ روپوش ہو جائیں۔

سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس وقت شہادت کے لیے تلوار اٹھا چکے تھے اور سپاہی کا لباس پہن چکے تھے جواب لکھا کہ مسلمان کی شان یہ نہیں ہے کہ جب اللہ کے راستے میں نکل پڑے تو پھر روپوش ہو جائے۔ روپوشی اور منہ چھپانا مجاہد کا کام نہیں ہے، اس لیے میں آج لڑتے لڑتے اگر شہید ہو جاؤں گا تو اللہ سے ملوں گا یا شہر لاہور پر قبضہ کروں گا اور لاہور پر اسلامی سلطنت قائم ہو گی، مسلمان کے دو کام ہیں یا غازی یا شہید۔ اور جب مؤمن ہتھیار سنبھال لیتا ہے تو اُس کی شان کے خلاف ہے کہ وہ میدان چھوڑ کر بھاگ جائے، وہ روپوش نہیں ہو سکتا۔

سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی لاش کا بھی پتہ نہیں چلا۔ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا تو مزار ہے لیکن سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی لاش کو اللہ نے لاپتہ کر دیا۔

مشورہ دینے کے تین درجے

مشورہ دینے کے تین درجے ہیں:

(۱)......ایک تو یہ کہ مشورہ دے کر بھول جائے اور سمجھ لے کہ میرا مشورہ واجب العمل نہیں ہے اور بے فکر ہو جائے۔ مشورہ کا فریضہ بھی

ادا کر دیا اور اپنی مشورہ کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو گیا۔ یہ درجہ شریعت کا ہے، شریعت میں یہی مطلوب ہے۔

(۲)......دوسرا یہ کہ جو مشورہ دے کر انتظار کرے کہ میرے مشورہ پر عمل کیا جائے تو سمجھ لیجیے ایسا شخص مشورہ دینے کا اہل نہیں ہے۔

(۳)...... تیسرا درجہ یہ ہے کہ مشورہ دے کر اس پر عمل کیے جانے کا انتظار کرے اور اگر اس پر عمل نہ ہو تو ناراض ہو جائے اور ڈانٹ ڈپٹ بھی لگا دے، یہ شخص بھی مشورہ دینے کا بالکل اہل نہیں ہے کیونکہ یہ تصدِّی بالغیر ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک وعظ ''تصدِّی بالغیر'' ہے یعنی غیر کے درپے ہو جانا۔ غیر کی اصلاح کے درپے ہو جانا یہ حرام ہے اور ناجائز ہے اور دوسروں کی جوتیوں کے لیے اپنا دوشالہ گنوانا ہے۔

مشورہ دینے کے بعد انتظار کرنا اپنے دین کی بربادی ہے

اب اس میں مختلف بندے ہوتے ہیں۔ بعض بندے مغلوب الحال ہوتے ہیں۔ وہ محبت میں مشورہ دیتے ہیں اور محبت میں اُن پر حال غالب ہو جاتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ میرے مشورہ پر عمل ضرور ہو گا۔ عمل نہیں ہوا تو طبیعت وہاں سے کھٹی ہو گئی، پھر وہاں سے بھاگ نکلتے ہیں۔ یہ مغلوب الحال کا درجہ کامل درجہ نہیں ہے، کامل درجہ یہ ہے کہ مغلوب الحال نہ ہو، حال پر غالب رہے یعنی مشورہ بھی دے دے اور پھر ذہن کو فارغ کر لے، یہ انتظار نہ کرے کہ میرے مشورہ پر عمل ہوا۔ اگر مشورہ پر عمل کا انتظار کرتا ہے تو سمجھ لیجیے کہ اپنا دین برباد کرتا ہے اور دین کی بڑی شخصیتوں سے بھی اس کو فیض نہیں مل سکتا۔

وہ کہے گا کہ یہ عجیب آدمی ہے، اس نے ہمارا مشورہ نہیں مانا۔ پھر اس کو بڑی شخصیتوں پر بھی اعتراض اور بد گمانی پیدا ہو گی اور اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا اور محروم وہ ہو جائے گا۔ پہلے مجلس میں آ کر دین کی چار باتیں سن لیتا تھا، اب وہ بھی نہیں سن پائے گا۔ اس لیے کہتا ہوں کہ حدودِ شریعت میں رہو، غیروں کی تربیت اور سرپرستی میں اتنا مصروف ہونا کہ اپنا نقصان ہو جائے۔ دین کے ہیرے وجواہرات اور سونا چاندی پر نظر نہ ڈالی جو بزرگوں سے حاصل کر رہا تھا بلکہ اپنے چند مشوروں میں رہ گیا یعنی اُس کو اپنا مشورہ اتنا قیمتی معلوم ہوا کہ اس پر عمل ضروری سمجھا۔ پس ایسا شخص مشورہ دینے کا اہل نہیں۔ مشورہ دے کر اس پر عمل کیے جانے کا انتظار کرنا خود رائی، خود بینی اور خود نفسی ہے۔

مشورہ دینے کا اہل کون شخص ہے؟

یاد رکھو! وہی شخص مشورہ دینے کا اہل ہے جو مشورہ دے اور اس کے بعد بھول جائے کہ مشورہ پر عمل ہوا یا نہیں۔ اس کو دماغ ہی سے نکال دے، اگر اتنی طاقت نہ ہو تو اس کو ایسی محفل میں یا ایسے بزرگوں کے پاس نہیں جانا چاہیے کہ جن کو مشورہ دینے کا خیال پیدا ہو۔ ورنہ مشورہ دینے کا خیال اتنا ستائے گا کہ وہ پریشان ہو جائے گا اور مشورہ دینا شروع کر دے گا اور جب اپنے مشورے پر عمل نہ دیکھے گا تو ان کا معتقد بھی نہ رہے گا اور اپنے مشورے پر عمل نہ ہونے سے اس کو اتنا رنج پہنچے گا کہ اپنے رَنج وغم سے مغلوب ہو کر وہاں سے بھاگ نکلے گا اور بزرگوں کے فیوض وبرکات سے محروم رہ جائے گا۔ میں یہ وہ باتیں نہیں کہہ رہا ہوں جو ایک مبتدی کہتا ہے یا جو متوسط کہتا ہے۔ یہ

باتیں وہی بتا رہا ہوں جو منتہی اور کاملین کہتے ہیں۔ اور جو میں نے اپنے بزرگوں سے سنی ہیں جو منتہی اور کامل تھے۔

مشورہ پر عمل واجب نہیں

آپ اس کو سمجھ لیجیے کہ جہاں دیکھئے کہ میرے مشورے پر عمل نہیں ہوتا، خاموش ہو جایئے اور سمجھ لیجیے کہ میرے مشورہ پر عمل واجب نہیں ہے اور یہ سوچئے کہ ہم کو یہاں جو فائدہ ہو رہا ہے وہ لینا چاہیے، اس کے سامنے مشورہ کیا چیز ہے؟ کیونکہ جب نبی کا مشورہ صحابی اور صحابیہ کے لیے واجب العمل نہیں ہے تو تمہاری کیا حیثیت ہے؟

مشورہ پر عمل نہ ہونے کے باوجود اپنی عبدیت کا توازن قائم رکھو

اور آج کل کیا حال ہے کہ اگر کوئی کسی بزرگ کو چند رقمیں اور چندہ دے دے یا کوئی اور نیک کام کر دے تو اپنے مشورے کو واجب العمل سمجھتا ہے۔ اور جب اس کے مشورے پر عمل نہیں ہوتا تو سمجھتا ہے کہ یہاں تو دال ہی نہیں گلتی، یہاں تو مشورہ دینا اپنے مشورہ کو ضائع کرنا ہے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ پر عمل نہیں کیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ناگواری بھی ظاہر نہیں فرمائی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر تو آپ نہیں ہیں۔ ہر شخص اپنی عبدیت کو قائم رکھے، اپنی عبدیت اور بندگی کا توازن ایک ذرہ برابر بھی حضور حق سے الگ نہ ہونے پائے۔ یہ دیکھو کہ اگر میرا مشورہ نہیں مانا گیا تو میرا مشورہ کیا حیثیت رکھتا ہے؟ یہ سوچو کہ میرے مشورہ میں کوئی شر ہوگا جس سے اللہ تعالیٰ نے دوسروں کو بچا لیا۔ بس اپنی بندگی کے دائرے کو قائم رکھو، اپنے مشورہ کو اتنی اہمیت

مت دو کہ نعوذ باللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم سے ہٹ جاؤ۔ اکثر چندہ دینے والے تمام علمائے دین کو اپنا غلام سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی مولوی صاحب ان سے مشورہ نہ کریں تو سیٹھ صاحب ناراض ہو جاتے ہیں۔ علماء کو چاہیے کہ ایسے متکبرین کا چندہ قبول ہی نہ کریں اور سیٹھ صاحب کو بتادیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مشورہ نہیں مانا گیا تو تم کون ہو؟ تم کیا نعوذ باللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ گئے ہو؟ تمہارے لیے جائز نہیں ہے کہ تم مشورہ دو۔

مشورہ کی حقیقت کو جانو

مشورہ دے کر بھول جائے اور سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ نے شیخ کو جو دولت دی ہے ہم کو اُسے حاصل کرنے کا محتاج بنایا ہے اور ابھی میرے پاس وہ دولت نہیں ہے اور ہمارے بڑے بھی زندہ نہیں ہیں کہ اُن سے یہ دولت مل سکے۔ اس لیے اس سے رجوع کرو جس نے شیخ کے ساتھ زیادہ زمانہ اُٹھایا ہے، زیادہ ساتھ رہنے سے اس کو سمجھ بھی زیادہ ہو گی۔ جب زیادہ سمجھ ہو گی تو زیادہ سمجھ کی باتیں کرے گا۔ اس لیے میں سیٹھ لوگوں کو ہوشیار کرتا ہوں کہ اپنی بندگی کو قائم رکھو، سنت نبوی کی پونجی اپنی نادانی اور ناسمجھی سے ضائع نہ کرو۔ مشورہ کا کیا درجہ ہے؟ جب مشورہ کا درجہ سمجھ لوگے جو ابھی بیان ہوا تب کبھی غلطی نہیں کروگے۔

مشورہ کا حق کس کو ہے؟

اور یہ سمجھ لیں کہ مشورہ دینے کا حق صرف بالغ کو ہے نابالغ کو مشورہ دینے کا حق نہیں اور بالغ کون ہے اور کون نابالغ ہے؟ اس کو مثنوی مولانا روم سے سمجھاتا ہوں۔ کوئی بچہ پیدا ہوا اور بچہ ہی رہا تو

بچپن میں وہ بلوغ کی کیفیت کو جان ہی نہیں سکتا کہ جوانی کیا چیز ہے اور عاشقی و معشوقی کیا ہے؟اس کو سمجھنے کے لیے اُس کا بالغ ہونا شرط ہے۔ بالغ آدمی کو حسن کی ہر نوک پلک اور ناک نقشوں کے نکتوں کی تفصیل معلوم ہو گی، مگر جو شخص نابالغ ہے، حسن کی تفسیر کیا کرے گا؟ لیکن اصل بالغ کون ہے؟ جو تقاضائے معصیت سے خلاصی پا گیا اور اُس کے تقاضائے معصیت مغلوب ہو گئے وہ بالغ ہے۔

نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا
خلق اطفال اند جز مست خدا

اور وہ بالغ ہی نہیں ہے جو خواہشاتِ نفس سے مغلوب ہے اگرچہ وہ ظاہری طور پر بالغ ہو اور پچاس سال کا بڈھا ہو وہ نابالغ ہے۔ تمام مخلوق بچے ہیں سوائے مست خدا کے۔ جو خدائے تعالیٰ کے مست ہیں، وہی بالغ ہیں اور جو خدائے تعالیٰ کے مست اور عاشق نہیں ہیں، اپنی نفسانی خواہشات میں مبتلا ہیں، وہ نابالغ بچے ہیں۔ نابالغ آدمی مٹی کے کھلونوں سے کھیلتا ہے، مٹی کے کھلونوں کو دیکھ کر واہ واہ کرتا ہے۔ اسی طرح یہ حسنِ فانی کے کھلونوں کو دیکھ کر واہ واہ کرتا ہے، جب جوانی چلی گئی تب آہ آہ کرتا ہے۔ تو نابالغ ہونے کی علامت یہی ہے کہ اُس کو آہ آہ کرنا پڑتا ہے اور حسنِ فانی کے کھلونوں میں اس کی جوانی ختم ہو جاتی ہے اور سوائے پچھتانے کے اسے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

انتظامی اُمور میں مشورہ دینے کی شرط

اب بتاؤ! میں نے بالغین کے ساتھ اپنی عمر گذاردی تو میں نابالغوں کی بات کیسے مانوں؟ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ بالغین کے

بھی استاد تھے۔ اُن پر اللہ کی محبت اس قدر غالب تھی کہ کچھ نہ پوچھو۔ مشورہ دینے کے لیے بالغ ہونا ضروری ہے لیکن بالغین کو نابالغ لوگ سمجھانے لگیں تو کیا ہوگا؟ نابالغ کو سمجھنا چاہیے کہ ہم مشورہ دینے کے قابل ہی نہیں۔ میں کہتا ہوں، غور سے سن لو! نابالغ آدمی یعنی جو ہوائے نفس سے مغلوب ہے اور سنت و شریعت کا پابند نہیں وہ مشورہ دینے کا اہل نہیں ہے اور جو اہل ہے وہ انتظامی اُمور میں مشورہ دے سکتا ہے مگر یہ عقیدہ رکھتے ہوئے کہ مشورہ واجب العمل نہیں ہے، دل میں سمجھ لے کہ میں نے مشورہ دے دیا، اب جو اُن کے سمجھ میں آئے وہ کریں، مجھے اس سے سروکار نہیں۔ اگر اس کا مشورہ قبول نہ کیا جائے تو نہ شکایت ہو، نہ غیبت ہو، نہ تنقید کرے اس قسم کے الفاظ بھی کبھی زبان پر نہ آئیں۔ خصوصاً شیخ کا معاملہ تو بہت نازک ہے، اگر اس سے بدگمانی ہوگئی یا اعتراض پیدا ہوگیا تو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔

طبیعت پر عقل کو اور عقل پر شریعت کو غالب رکھو

میرے جتنے مالدار دوست ہیں اور چندہ دیتے ہیں، ان کو میری طرف سے مبارک باد ہے اور مبارک بادی کا اعلان ہے لیکن اپنے مشورہ کو درجۂ عمل میں لانے کا انتظار کبھی نہ کریں، یہ مشورہ دینا قرآن پاک کی آیت سے مستند ہے۔ لیکن مشورہ واجب العمل نہیں ہے یہ بھی قرآن پاک کی آیت سے ثابت ہے فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ جس نے مشورہ دیا ہے اس پر واجب ہے کہ ہشاش بشاش رہے اور ظاہر کردے کہ میرے مشورے پر عمل نہ کرنے کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہے۔ اگر ایسا نہیں کرتا تو پھر عقل کو مغلوب اور طبیعت کو حاکم بنانا

ہے۔ عقل کو طبیعت پر غالب رکھو اور عقل پر شریعت کو غالب رکھو۔ جو شخص عقل پر شریعت کو غالب رکھے گا اس کو ان شاء اللہ کوئی وسوسہ نہیں آئے گا۔ یہ بہت قیمتی جملہ ہے۔ مشورہ کے خلاف ہونے کے باوجود طبیعت کو ویسے ہی راضی رکھتا ہے تو خدا کے یہاں اُس کا اَجر مستند ہے کیونکہ طبیعت پر عقل کو اور عقل پر شریعت کو غالب رکھتا ہے۔ بس یہ فارمولا بتادیا۔ اگر آپ اس فارمولے پر رہیں گے تو کبھی ضائع نہیں ہوں گے اور شیطان کبھی برباد نہیں کرسکے گا۔

مشورہ پر عمل نہ ہونے کی وجہ سے رنجیدہ نہ ہوں

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات ہیں۔

ہم نہیں جانتے کہ عقل کیا چیز ہے۔ شریعت کا یہ حکم ہے، بس چپ چاپ دُم دبا کر بیٹھو، اگرچہ دُم نہیں ہے مگر دم دبا سکتے ہیں۔ کیسے دبا سکتے ہیں کہ خاموش رہیں اور طبیعت کو عقل پر اور عقل پر شریعت کو غالب رکھیں اور ہنستے بولتے رہیں، تعلقات پہلے جیسے ہی خوشگوار رہیں۔ ذرّہ برابر بھی فرق نہ آنے پائے اور اگر دل جل رہا ہے کہ میرے مشورہ پر عمل نہیں کیا تو کام خراب ہو گیا اگر میرے مشوروں پر عمل کرتا تو اس طرح نہیں ہوتا تو سمجھ لو کہ یہ نفسانیت ہے اور اسی وجہ سے یہ ملولِ خاطر ہوا، ایسا کرنے سے اُس کی طبیعت اس کی عقل پر غالب آ گئی۔ اور یہ کہہ بھی دیا کہ میرے مشورہ پر عمل نہ کرکے آپ نے مجھ کو غمگین اور رنجیدہ کیا۔ رنجیدگی ظاہر کرنا، منہ پھلانا، غصہ کرنا یا لوگوں کو ڈانٹنا سب شریعت کے خلاف ہے۔